شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا **مفتی عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

دسمبر 2019ء / ربیع الثانی 1441ھ جلد نمبر 11، شمارہ نمبر 12 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

ترتیب مضامین

- علمی کمال سے ہی خلافت حاصل ہوتی ہے
- ذمہ داری ادا نہ کرنے والے حکمران کی سزا
- سیّد الخزرج حضرت سعد بن عُبادہ انصاری رضی اللہ عنہ
- دھرنے اور مارچ کے نتائج کس کے حق میں جاتے ہیں؟
- ارتفاقات کا نظام اور انقلابی جدوجہد کی اہمیت
- حضرت امیر معاویہؓ؛ فتوحات و کارنامے
- بدلتی دنیا کا مالیاتی نظام
- عالمی دہشت گردوں کا مکروہ چہرہ
- بھلائی اور خیر کا نظریۂ زندگی
- سرمایہ داری نظام "شر" کا نظریہ ہے
- آج ہمارا نظام "شر" کے نظریے پر قائم ہے
- خیر کے نظریے کے بغیر تبدیلی ممکن نہیں
- استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمیؒ
- ادارہ رحیمیہ لاہور میں 22 روزہ "دورۂ تفسیر قرآن حکیم" کا انعقاد
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ نے دو آدمیوں کو مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ جاتے ہوئے ایک خاص راستے سے جانے کے لیے منع فرمایا تھا، مگر انھوں نے نہیں مانا۔ ایک کے متعلق تو ہمیں معلوم ہے کہ اس کا اونٹ لوٹا گیا اور اونٹ سے گر کر اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ دوسرے کے متعلق کچھ علم نہیں ہوا کہ اس پر کیا گزری۔

فرمایا کہ: یہ کشف نہیں تھا، بلکہ بعض اوقات اللہ کے بندوں کے دل پر کچھ ایسی بات گزر جاتی ہے۔ یہ کچھ ملکہ (خاص صلاحیت) کی قسم کی چیز ہے۔ جیسے مجتہد کہ اس کو مہارتِ تامہ کی وَجہ سے بعض امور کی طرف رُجحان ہو جاتا ہے اور وہ کشف نہیں ہے۔ (مجتہد) مصیب (درست نتیجے تک پہنچنے والا) ہوتا ہے تو دو ثواب پاتا ہے اور خطا کرے تو بھی (اپنی کاوش کے سبب) ایک ثواب پاتا ہے۔''

(۱۷ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/15 اگست 1946ء، مقام: رائے پور)

(ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 153، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر **0010030341820010** الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ **0533**

www.rahimia.org

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

علمی کمال سے ہی خلافت حاصل ہوتی ہے

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳۲﴾ (2:31-32)

(اور سکھلا دیے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے، پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے، پھر فرمایا: بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو۔ بولے: پاک ہے تُو۔ ہم کو معلوم نہیں، مگر جتنا تُو نے ہم کو سکھایا۔ بے شک تُو ہی ہے اصل جاننے والا، حکمت والا۔)

گزشتہ آیت میں بیان کیا گیا تھا کہ جب فرشتوں نے زمین پر حضرت آدمؑ کی خلافت پر سوال اُٹھایا تو اللہ نے فرمایا کہ: ''مجھے وہ علم ہے، جو تمھیں نہیں۔'' اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور فرشتوں سے خلافت سے متعلق مطلوبہ امور اور اشیا کے بارے میں سوالات پوچھے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ حکومت کے لیے علمی کمال اور عملی اہلیت کس میں ہے؟ حضرت آدمؑ کی پیدائش چوں کہ مٹی سے بنے ہوئے حیوانی جسم اور عالَمِ ملکوت سے آنے والی روح سے ''اَحسنِ تقویم'' کی صورت میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو جبلی اور فطری طور پر کائنات کے ارضی اور سماوی دائروں سے متعلق امور سے آگہی حاصل ہوئی۔ خاص طور پر زمین میں موجود انسان کے زیرِ استعمال رہنے والی اشیا کے علم سے آگاہ ہونا اُس کی جبلی فطرت میں داخل تھا۔ اس لیے آدمؑ نے اپنی اس فطری، علمی اور عملی استعداد ظاہر کرتے ہوئے زمین پر استعمال میں آنے والی اشیا کے نام بتا دیے۔ جب کہ فرشتے مٹی کے بجائے صرف مَلَکی نور سے پیدا ہوئے تھے۔ زمین سے متعلق اُن کا علم صرف اِتنا ہی تھا، جتنا متعلقہ نظم ونسق کے حوالے سے ضروری تھا۔ اس آیت میں خلافت کے لیے درکار انسان کے اسی علمی کمال اور عملی استعداد کا بیان ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں کہ: ''یہ علم ان کے دل میں بلاواسطۂ کلام اِلقا کر دیا۔ کیوں کہ بدوں (بغیر) اس کمالِ علمی کے خلافت اور دُنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے۔'' کسی بھی نظم ونسق کو چلانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ گرد و پیش میں موجود اشیا کی حقیقت معلوم ہو، اُنھیں استعمال میں لانے کے خواص دریافت کیے جائیں اور انھیں ایک متعین نام دیا جائے، تاکہ انتظامی نظم ونسق کی حکمتِ عملی زیادہ بہتر انداز میں کی جا سکے۔ ملکیت اور بہیمیت کی اجتماعی قوتوں سے حضرت آدمؑ کو تخلیق کیا گیا تو اُن میں اِن تمام امور کو فطری طور پر سمجھنے اور اشیا کو برتنے کی علمی استعداد اور عملی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ انسان سے پہلے اس کرۂ ارض پر رہنے والے حیوانوں میں یہ استعداد اور صلاحیت نہیں تھی، جب کہ فرشتے بھی اللہ کے سپرد شدہ انتظامی امور کو سرانجام دے رہے تھے۔ وہ از خود نظم ونسق بنانے کی صلاحیت اور استعداد نہیں رکھتے تھے۔

خلافت اور حکومت کے لیے یہ ضروری ہے کہ گرد و پیش موجود اشیا اور امور کا صحیح تعین کیا جائے۔ اُن کی ٹھیک درجہ بندی کی جائے۔ انھیں ایک منفرد اور متعین نام دیا جائے۔ نظم ونسق قائم کرنے سے متعلق امور کی صحیح تفہیم اور اُس کے مطابق فیصلہ سازی کی صلاحیت موجود ہو۔ انسان اپنی فطری اور جبلی صلاحیت کے سبب ان تمام اشیا اور امور کی تفہیم کا علم رکھتا ہے۔ انسان کو یہ صلاحیت فطری اور جبلی طور پر کائنات کے تکوینی نظام کے تحت عطا کی گئی، تاکہ خلافت اور حکومت سے متعلق امور کی ذمہ داری اُس پر ڈالی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ ہی اُن کے دل میں کرۂ ارض پر موجود اشیا اور اُمور کے نام سمجھنے اور بتانے کی صلاحیت پیدا کی۔ یہی تعلیمِ اَسماء ہے۔

ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۱﴾: پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر موجود تمام اشیا کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ ان تمام چیزوں کے نام بتلاؤ۔ بات یہ ہے کہ ہر اسم اپنے مسمّٰی کی حقیقت اور معنویت پر دلالت کرتا ہے۔ جب تک کسی مسمّٰی کی حقیقی نوعیت اور اُس کی خاصیت معلوم نہ ہو تو اُسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ حکومتی نظم ونسق قائم کرنے کے لیے دریافت شدہ اشیا کو ایک متعین نام دیا جاتا ہے۔ فرشتوں کی صلاحیت اور اہلیت کا امتحان لینے کے لیے کہا گیا کہ تم ان اشیا کی حقیقت اور خواص کا مطالعہ کرو۔ ان کے ایسے نام بتلاؤ کہ جن سے ان اشیا کی معنویت اور انھیں استعمال میں لانے کی نوعیت واضح ہو سکے۔ خلافت اور حکومتی نظم ونسق کے تحت اشیا کے درمیان موجود روابط اور تعلقات اور اُن کے الگ الگ نام اور شناخت کا پتہ چل سکے۔ اگر تم حضرت آدمؑ کی خلافت پر سوال اُٹھانے میں حق بہ جانب ہو تو حکومت سے متعلق ان امور کی وضاحت کرو۔ اسی سے پتہ چلے گا کہ کون خلافت کے امور زیادہ بہتر انداز میں سرانجام دے سکتا ہے۔

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ: فرشتے بولے کہ تیری ذات بڑی بلند و برتر ہے۔ تیرے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ ہمیں تو صرف اُتنا ہی علم تھا، جو آپ نے ہماری جبلی ساخت کے مطابق ہمیں سکھایا۔ زمین پر کام کرنے والے فرشتے سپرد شدہ امور کی انجام دہی کی انتظامیہ ہے۔ ماتحت انتظامی عملے کو جس درجے کا علم دیا جاتا ہے، وہ اُسی درجے کی علمی مہارت اور عملی استعداد کے مطابق کام کرتا ہے۔ کسی کام سے متعلق انتظامی امور طے شدہ اور متعین ہوا کرتے ہیں۔ انھیں سرانجام دینے والی انتظامیہ اپنے لگے بندھے دائرۂ کار کے مطابق ہی کام کرتی ہے۔ حکومتی نظم ونسق سے متعلق تخلیقی مہارت، اس حوالے سے قانون سازی، پالیسی کی تشکیل اور کام کرنے کے طریقۂ کار اس کے دائرے میں نہیں آتے۔ چناں چہ ''ملاءِ سافل'' کے فرشتوں نے اپنے محدود علم کا اعتراف کیا۔

اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳۲﴾: اس کائنات کا احکم الحاکمین اور شہنشاہِ مطلق تمام علوم اور تمام حکمتوں کا مرکز اور منبع صرف اللہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دو اوصاف علم اور حکمت بیان کیے۔ جسے خلیفہ بنایا جا رہا ہے، اس میں اعلیٰ علمی استعداد اور حکمتِ عملی ہونا لازمی ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''فرشتوں نے اپنے عجز و قصور کا اعتراف کیا اور خوب سمجھ گئے کہ بدوں (بغیر) اس علمِ عام کے کوئی کارِ خلافت زمین میں نہیں کر سکتا۔ اس علمِ عام سے قدرِ قلیل (تھوڑی مقدار کا علم) ہم کو اگر حاصل ہوا بھی تو اتنی بات سے ہم خلافت کے قابل نہیں ہو سکتے۔ یہ سمجھ کر کہہ اٹھے کہ ''تیرے علم وحکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔''

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

ذمہ داری ادا نہ کرنے والے حکمران کی سزا

قَالَ مَعْقَل بن يَسَارؓ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ”مَا مِنْ أَمِيْرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَ يَنْصَحُ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ. “

(حضرت معقل بن یسارؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے، پھر اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے جان نہ لڑائے اور خلوص کے ساتھ کام نہ کرے، وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں قطعاً داخل نہ ہوگا۔“) (الصحیح المسلم، حدیث4731)

زیرِنظر حدیث ان حکمرانوں کے لیے وعید ہے، جو حکومتی اُمور کی ذمہ داری لیں، مگر رعایا کے معاشی، معاشرتی، سیاسی، سماجی اور اَمنِ عامہ کے مسائل حل نہ کریں۔ ان کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے اپنی سرتوڑ کوشش نہ کریں۔ حدیث کی رُو سے ایسے حکمران مسلمان جماعت کے ساتھ جنت میں داخل نہیں کیے جائیں گے۔ گویا ریاستی ذمہ داری کو لینا اور پھر اس کو پورا نہ کرنا' خطرناک اَمر ہے۔ جو شخص اقتدار کو محض اپنی بالادستی اور خواہشات کی تکمیل کی خاطر استعمال کرے، اس کا یہ رویہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعثِ عذاب ہے۔

اس حدیث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو حکمران اپنی سرتوڑ کوشش کر کے لوگوں کے مسائل کو حل کرے، ان کی مصیبتوں کو دُور کرے اور ان کی زندگی آسان بنائے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا کریں گے۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”قیامت کے روز سات (قسم کے) لوگ ایسے ہوں گے، جن کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے تلے جگہ عطا کریں گے کہ اس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سب سے پہلا شخص عادل حکمران ہوگا۔“ (رواہ البخاری) مذکورہ دونوں حدیثوں سے یہ بات اَخذ ہوتی ہے کہ سیاسی اُمور کی انجام دہی، نیک نیتی اور رضائے الٰہی کے لیے ہونی چاہیے۔ دوسرا یہ کہ خلقِ خدا کی خدمت کے جذبے سے کام کرنا اللہ تعالیٰ کو اِتنا محبوب ہے کہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ انسان کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

ہمارے خطے پر انگریز کی حکومت قائم ہونے کے بعد حکومت وسیاست سے لاتعلقی اور بیزاری کا رُجحان اہلِ دین کو ان اُمور سے دُور رکھنے کے لیے پروان چڑھایا گیا۔ تاکہ دنیا پرستوں کے ذریعے سرمایہ دارانہ استحصالی نظام قائم رکھا جاسکے۔ جب کہ قرآن وحدیث میں اس ذمہ داری کی ادائیگی کی بابت متعدد ترغیبات پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ سوچ کسی دینی فکر کی اساس پر مبنی نہیں ہے۔ ذاتی نیکی اور عبادت کی اہمیت مسلمہ ہے، مگر سیاسی فرائض کی ادائیگی سے گریز کی روِش حقوق العباد کی ادائیگی سے انحراف کے مترادف ہے۔ آج عیاری سے اسے ”دنیا“ قرار دے دیا گیا ہے۔ یہ رجحان دین کی غلط تعبیر پر مبنی ہے۔ درحقیقت اللہ کی مظلوم مخلوق اور پریشان حال لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کی فکر پر مبنی دینی جدوجہد کرنے والے لوگ اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہیں۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

سیّد الخزرج حضرت سعد بن عُبادہ انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن عُبادہؓ کی کنیت ابوقیس اور ابوثابت تھی۔ آپؓ قبیلۂ خزرج کی شاخ بنوساعدہ کے سردار تھے۔ اپنے باپ دادا کی طرح آپؓ بھی بہت مہمان نواز تھے۔ اپنے قبیلے کے سردار ہونے کی وَجہ سے ”کامل“ کہلاتے تھے۔ دورِ جاہلیت میں بہترین عربی لکھتے، نیز تیراندازی اور تیراکی میں کمال مہارت حاصل تھی۔ خیرات بہت زیادہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ: ”مجھے زیادہ سے زیادہ عطا کر، تاکہ میں زیادہ خرچ کرسکوں۔“ نبوت کے گیارہویں سال قبیلہ خزرج کے چھ افراد نے عقبہ کے مقام پر حضور اقدس ﷺ سے ملاقات پر اسلام قبول کیا۔ وہ جب یثرب واپس لوٹے تو حضرت سعدؓ بھی اسلام سے آشنا ہوئے۔ چناں چہ آپؓ نے ۱۳ نبوت میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور نقیب بھی منتخب ہوئے۔ جب حضورؐ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپؐ کا گزر حضرت سعدؓ کے محلے بنوساعدہ سے ہوا۔ انھوں نے عرض کیا کہ: ”اے اللہ کے رسول! مہمان نوازی کا شرف مجھے عطا کیجیے۔“ جس پر حضورؐ نے فرمایا: ”یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جہاں ٹھہرے گی، وہیں ہمارا قیام ہوگا۔“ حضرت سعدؓ روزانہ ثرید کا ایک بڑا پیالہ حضورؐ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

حضورؐ کے غزوات میں انصار کا عَلم (جھنڈا) اکثر ان ہی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کرسکے، جس کی وَجہ یہ تھی کہ ایک پاگل کتے نے آپؓ کو کاٹ لیا تھا، تاہم آپؓ کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا اور اصحابِ بدر میں شامل کیا گیا۔ بعد کے تمام غزوات میں آپؓ شریک ہوئے۔ غزوۂ ابواء اور غزوۂ ذی قرد میں جاتے وقت حضورؐ نے انھیں مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ۱۵ ہجری میں کسی نے انھیں شہید کردیا۔

حدیث کی مدوّن کتب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے حدیث کا کوئی مجموعہ ترتیب دے رکھا تھا۔ امام ترمذیؒ لکھتے ہیں کہ: ”حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ (۱۳۴ھ) کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سعدؓ کے بیٹے نے بتلایا کہ ہم نے اپنے والد حضرت سعدؓ کی (جمع کردہ) کتاب میں یہ حدیث پائی ہے کہ: ”آں حضرتؐ نے قسم پر ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ فرمایا۔“ حدیث کی یہ وہ تحریریں اور دستاویزات ہیں، جو بیشتر عہدِ نبویؐ میں ہی قلم بند ہوچکی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت سعدؓ نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اور میں ان کی طرف سے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپؐ نے انھیں کنواں کھدوانے کا مشورہ دیا، تاکہ وہ لوگوں کے لیے صدقہ جاریہ ہو۔ حضرت عائشہؓ اپنے ولیمے کے متعلق فرماتی ہیں کہ: ”نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری، حضرت سعدؓ کے گھر سے دودھ کا ایک پیالہ آیا تھا، بس وہی ولیمہ تھا۔“ اصحابِ صُفّہ جن کی تعداد تقریباً 80 تھی، حضرت سعدؓ اکثر اِن کو کھانے پر بلاتے رہتے تھے۔ اس طرح حضرت سعدؓ کی چار پشتیں جودوسخا میں نامور ہوئیں۔

www.rahimia.org

شذرات

دھرنے اور مارچ کے نتائج کس کے حق میں جاتے ہیں؟

وزیراعظم سے استعفے کا مطالبہ کرنے والے اپوزیشن جماعتوں کے کچھ لوگ ایک مذہبی نیم سیاسی جماعت کی قیادت میں 27/ اکتوبر 2019ء کو کراچی سے روانہ ہوئے تھے۔ جو سندھ اور پنجاب کے مختلف شہروں اور قصبوں سے ہوتے ہوئے 31/ اکتوبر 2019ء کو جی ٹی روڈ کے راستے اسلام آباد پہنچے۔ 2014ء میں وزیراعظم سے استعفیٰ مانگنے کو غیر آئینی قرار دینے والے اس مجمعے کو یہاں تک لانے والوں نے استعفے سے کم کسی بھی چیز پر راضی ہونے سے انکار کرتے ہوئے وزیراعظم کے استعفے کا اصرار جاری رکھا۔ پھر اچانک 13/ نومبر کو وزیراعظم کا استعفیٰ لینے میں ناکامی کے بعد اسلام آباد میں تیرہ دنوں سے جاری دھرنا ختم کر کے پلان بی اور سی پر عمل شروع کر دیا۔ اور اب APC (کل جماعتی کانفرنس) کی طرف چلے گئے۔ دھرنے سے متعلق یہ کوئی پہلا منظر نامہ نہیں تھا، بلکہ ہمارا ماضی اس طرح کے سیاسی داؤ پیچ سے بھرا پڑا ہے۔

یہاں پر تھوڑی دیر ٹھہر کر سوچنے کا مقام ہے کہ آخر پاکستان کی سیاست میں یہ پُتلی تماشے کیوں ہوتے ہیں؟ عوام اور کارکنوں کو خواب بیچے جاتے ہیں۔ انھیں یہ باور کروایا جاتا ہے کہ اب کی بار انقلاب ان کی دہلیز پر آچکا ہے۔ ان کے جذبے اور ولولے بیدار کیے جاتے ہیں۔ انھیں جلسوں اور دھرنوں میں بلا کر متحرک کیا جاتا ہے۔ ان سے قربانیاں مانگی جاتی ہیں۔ ان کو سر دھڑ کی بازی لگانے کو کہا جاتا ہے، لیکن پھر اچانک فیصلے بدل دیے جاتے ہیں کہ ع

انشا جی اٹھو اب کوچ کرو ، اس شہر میں جی کو لگانا کیا

آپ اگر پاکستان میں احتجاج اور دھرنوں کی تاریخ پر نظر ڈالیں، اس کے اسٹیجوں پر ہونے والی دھواں دھار تقریروں اور شعلے اُگلتے ''قائدین'' کے بیانات کو ذہن میں لائیں تو یہ حقیقت اُبھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ان بیانات کا عوام کے مفاد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کیوں کہ یہ دھرنے نہ عوام کے مشورے اور مفاد کے لیے منظّم کیے جاتے ہیں اور نہ ہی ان کی مشاورت اور خواہش پر ختم ہوتے ہیں۔ یہ صرف سودے بازی کے لیے ہوتے ہیں۔ جب سودا طے ہوگیا تو نام نہاد قیادت یک طرفہ فیصلے سے ہجوم کو منتشر ہونے کے آرڈر کر دیتی ہے۔ سٹیج کے سامنے بیٹھے ہجوم کے دماغ سٹیج پر بیٹھے چند افراد کی مٹھی میں ہوتے ہیں، جو اُن کو کٹھ پتلیوں کی طرح نچاتے ہیں۔ جماعتوں میں فیصلے جماعت کے اداروں کے بجائے شخصیات دوسری جماعتوں کی قیادت سے اپنے شخصی تعلقات کی بنیاد پر کرتی ہیں۔

ہمارا قومی المیہ ہی یہ ہے کہ ہمارے ہاں آج تک کوئی ایسی قومی سیاسی پارٹی وجود میں نہیں آسکی، جو اپنے اندرونی نظام کے باعث اتنی مضبوط ہو کہ وہ قومی مفاد کے فیصلے بیرونی پریشر اور نظام کے سٹیک ہولڈرز (نظام میں مشترکہ مفادات کی حامل قوتوں) کے دباؤ کے بجائے اپنی پارٹی پالیٹکس کی بنیاد پر پارٹی کے اندرونی اداروں کی مشاورت کے نظام کے تحت کرتی ہو۔ یہاں پارٹیاں چند سرکردہ افراد کی خواہشات اور ان کے انفرادی شعور کی اسیر ہوتی ہیں۔ وہ اپنے کارکنوں کو اس قابل نہیں سمجھتیں کہ عام کارکنوں کے اجتماعی شعور سے پارٹی کا اندرونی نظام منظّم کریں۔ ان کے ادارے اتنے مضبوط ہوں کہ وہ باہر کے کسی بھی دباؤ کا مقابلہ کرسکیں۔ بلکہ جماعتوں پر مسلط طبقہ صلاحیت و استعداد کے بجائے نیچے سے جی حضوری کے خوگر افراد کو تلاش کرتا ہے۔ پھر اپنے من پسند افراد پر مشتمل جماعتی اداروں میں بھرتی کر کے جعلی طور پر جماعتوں کو وقت کے تقاضوں پر پورا اُترنے کا ایک ڈھونگ رچاتا ہے۔ جس سے جماعتیں اپنے مصنوعی ڈھانچوں پر کھڑی گھاس پھوس کی جھونپڑیوں کی مانند ہوتی ہیں، جو آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتیں۔ ہمیشہ جبر کے نظاموں کا مقابلہ افراد کے بجائے مضبوط جماعتوں نے کیا ہے۔ جس جماعت کا نظام باصلاحیت اور باشعور افراد پر اپنے جماعتی اداروں کی بنیاد پر کھڑا ہو، وہ نظام کے مقابلے پر ایک مضبوط عمارت کی مانند ہوتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ یہ تضادات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا تضاد اس کو چلانے والے افراد کے اپنے اپنے انفرادی مفادات کا تضاد ہوتا ہے، جو گاہ بہ گاہ سر اُٹھاتا رہتا ہے اور نظام کے اندر ایک جنگ کی سی کیفیت رہتی ہے۔ نظام کی محافظ قوتیں اپنے اپنے مفاد کی جنگ عوام کے نام پر لڑتی ہیں۔ عوام کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ تمھاری بھوک، افلاس اور مہنگائی کا سبب دوسرے فریق کا اقتدار میں ہونا ہے۔ تم ہمارا ساتھ دو، ہم تمھیں اس مہنگائی اور بے روزگاری سے نجات دلائیں گے۔ عوام بے چارے اپنی بے شعوری کے سبب ان کے نعروں پر جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ نظام کی اس عارضی اور وقتی جنگ کو حقیقی جنگ سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس جنگ کے فریق عوام کو نظام کے خلاف حقیقی شعور کبھی نہیں آنے دیتے۔ ان کو اپنے مفادات کے لیے ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرتے رہتے ہیں۔

ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اس نظام میں تیسرے درجے کی شریک مذہبی نیم سیاسی پارٹیوں کی کبھی اپنی مستقل حکومت قائم نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ ان کے انتخابی حلقے انتہائی محدود ہیں، لیکن نظام کی اس اندرونی لڑائی میں وہ پہلے اور دوسرے درجے کی شریکِ اقتدار پارٹیوں کے لیے انتہائی سرگرم اور مستعد کرائے اور بھاڑے کے لوگوں کا کردار ادا کرتے رہتے ہیں۔ اس سے عجیب تر یہ کہ وہ پارٹیاں جن کا سِرے سے کوئی حلقہ انتخاب ہی نہیں، ان کا ایک آدھ لیڈر کنٹینر پر برابر کھڑا یہ تاثر دے رہا ہوتا ہے کہ حکومت کا خاتمہ ان کی لات کی ایک ٹھوکر کے فاصلے پر ہے۔ ان جماعتوں کا تعارف معاشرے میں حکومتیں گرانے اور تحریکیں چلانے کے سوا دوسرا نہیں ہے۔ بلکہ خود ان کا اپنا دعویٰ بھی یہی ہے: ''ہمارے بغیر حکومتیں بنتی ہیں، نہ چلتی ہیں۔''

(بقیہ: صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

ارتفاقات کا نظام اور انقلابی جدوجہد کی اہمیت

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

[ارتفاقات کا عملی نظام انسانی جسم میں دل کی مانند]

''جاننا چاہیے کہ ارتفاقات کے عملی نظام کی حیثیت انسانی معاشرے میں ایسی ہی ہے، جیسے انسانی جسم میں دل کی۔ تمام شریعتوں کا پہلا اور براہِ راست مقصد ارتفاقات کا عملی نظام قائم کرنا ہوتا ہے۔ اسی سے تمام مقدس کتابیں بحث کرتی اور رہنمائی دیتی ہیں۔

[ارتفاقات کے عملی نظام قائم ہونے کی نوعیت]

ارتفاقات کے عملی نظام کے قیام، فروغ اور استحکام کے اسباب یہ ہیں:

(1) ارتفاقات کے عملی نظام کا قیام درجِ ذیل اسباب سے ہوتا ہے:

(الف) معاشرے کے عقل منداور حکمت پسند لوگ اپنے تجربات اور عقلی اخذ و استنباط سے ارتفاقات کا نظام بناتے ہیں۔

(ب) یا حق تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُن لوگوں کے دلوں میں الہام کیا جاتا ہے، جنھیں نورِ مَلَکی کی تائید حاصل ہوتی ہے (انبیاؑ کے قائم کردہ نظام)۔

(2) ارتفاقات کے عملی نظام کے فروغ اور پھیلاؤ کے اسباب یہ ہیں:

(الف) کسی ایسے بڑے اور طاقت ور حکمران کی جاری کردہ ایسی رسومات کے طور طریقے کہ لوگ جن کی فرماں برداری اور اطاعت ضروری سمجھتے ہیں۔

(ب) ارتفاقات کو پورا کرنے کے لیے عملی نظام کا ایسا (نبوی) طریقہ، جسے لوگ وجدانی طور پر اپنے سینوں میں محسوس کریں اور اپنے دلوں کی گواہی سے قبول کریں۔

(3) کسی نظام سے پختہ وابستگی کے درجِ ذیل اسباب ہیں:

(الف) کسی نظام کے طے کردہ اچھے طریقوں کو چھوڑنے پر غیبی سزا کا تجربہ۔

(ب) اُس نظام سے غفلت برتنے سے کوئی فساد پیدا ہونے کا تجربہ۔

(ج) اس نظام کو چھوڑنے پر عمدہ اور بہترین رائے رکھنے والے لوگوں کی ملامت۔

ہر صاحبِ بصیرت آدمی ہماری ذکر کردہ مذکورہ بالا باتوں کی تصدیق کرے گا کہ کچھ اسی انداز میں بہت سے شہروں میں ارتفاقات کے بعض عملی طور طریقے اور نظام ہائے حیات قائم اور فروغ پذیر ہوئے اور انھی اسباب سے بعض طریقے ختم ہو جاتے ہیں۔

[ارتفاقات کا عملی نظام اصل میں صحیح بنیادوں پر قائم ہوتا ہے]

انسانی معاشروں میں جاری ارتفاقات کا عملی نظام اور اُس کے طور طریقے اصولی طور پر صحیح اور برحق ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ عمدہ اور اچھے ارتفاقات کی حفاظت کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ نیز افرادِ انسانی کو فکری و نظری اور عملی کمال تک پہنچانے کا سبب ہوتے ہیں۔ اگر ارتفاقات کا یہ عملی نظام نہ ہو تو لوگوں کی اکثریت جانوروں کی سی زندگی بسر کرے۔ کتنے ہی آدمی ایسے ہوں گے، جو نکاح اور زندگی کے دیگر معاملات بہترین طریقے پر سرانجام دے رہے ہوتے ہیں۔ جب اُن سے ان معاملات میں حدود و قیود کی پابندی کا سبب پوچھا جائے تو اُن کا جواب اس کے علاوہ اَور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ ان کاموں میں اپنی قوم کے طرزِ زندگی کی اِتباع کر رہے ہیں۔ وہ آدمی زیادہ سوچ و بچار کرے گا تو اُسے صرف ان رسومات کا اجمالی علم ہوگا، لیکن وہ اپنی زبان سے ان کی حقیقت بیان نہیں کر سکے گا، چہ جائے کہ وہ ارتفاقات کی نوعیت واضح کر سکے۔ ایسا آدمی اگر قوم میں جاری عملی نظام کی پابندی نہ کرتا تو بہت ممکن ہے کہ وہ جانوروں کی طرح رہتا۔

[ارتفاقات کی خرابی کا سبب؛ مفاد پرست طبقے کا تسلط]

بسا اوقات ارتفاقات کے نظام میں غلط طور طریقے شامل ہو جاتے ہیں، جن سے لوگوں کو ارتفاقات کی اصل حقیقت کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ کسی قوم پر مفادِ عامہ کی سوچ کے بجائے ذاتی مفاد پرست طبقہ حکمران بن جائے۔ یہ ظالم حکمران:

(1) درندگی کرنے لگیں، مثلاً لوگوں کا مال غصب کرنا اور سڑکوں پر لوٹ مار کرنا۔

(2) شہوت پرست ہو جائیں، مثلاً لواطت اور مردوں کا عورتوں کی شباہت اختیار کرنا۔

(3) نقصان دینے والے پیشے اختیار کر لیں، مثلاً سود خوری، ناپ تول میں کمی کرنا وغیرہ۔

(4) وضع قطع اور مجلسوں میں فضول خرچی کی بُری عادات اپنائیں۔ پھر ہر وقت کمانے کی دُھن میں لگے رہیں۔

(5) فضول کھیل کود اور گانے ناچنے کی کثرت میں مبتلا ہوں، جو دُنیوی اور اُخروی کاموں میں غفلت پیدا کرے، مثلاً ڈھول تماشا، شطرنج کھیلنا، شکار کھیلنا، کبوتر بازی کرنا وغیرہ۔

(6) مسافروں پر ہمت شکن محصول لگائیں اور عوام پر بھاری ٹیکس عائد کریں۔

(7) لوگوں کے درمیان حرص و لالچ اور بغض و عداوت پیدا کریں۔

ایسا حکمران طبقہ یہ تمام حرکتیں دوسرے لوگوں کے ساتھ کرنے کو پسند کرتا ہے، لیکن ایسی حرکتیں اُن کے ساتھ کی جائیں تو وہ کبھی برداشت نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں حکمران طبقے کے تسلط کی وَجہ سے کوئی آدمی ان کے خلاف بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، یہاں تک کہ قوم کے لاپرواہ اور بدمعاش لوگ ایسے حکمرانوں کے جتھے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ ان غلط کاموں میں اُن کا تعاون کرتے ہیں اور ظلم کے فروغ میں اُن کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک ایسی قوم وجود میں آ جاتی ہے کہ جن کے دلوں میں اچھے اور بُرے کاموں کی تمیز ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ بس وہ اپنے حکمرانوں کو جیسے ظلم کرتا دیکھتے ہیں، ویسے ہی وہ بھی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس سوسائٹی میں اچھے طور طریقوں اور بہترین اعمال کے تمام راستے بند ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ارتفاقات کے ایسے نظام میں باقی بچ جانے والے سلیم الفطرت اور نیک لوگ قوم کے پچھڑے ہوئے طبقے میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ ایسے لوگ اُن حکمرانوں سے میل ملاپ نہیں رکھتے اور غصے اور غضب کی حالت میں خاموش رہتے ہیں، یہاں تک کہ اُس سوسائٹی میں بُرے طور طریقے اور فاسد نظام مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

حضرت امیر معاویہؓ؛ فتوحات و کارنامے

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ اس نے حضرت معاویہؓ کو یہ توفیق بخشی کہ آپؓ کے زیرِ قیادت مختصر سے عرصے میں فتوحات کا دائرہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ ایک مضبوط بحری بیڑا تیار ہوگیا۔ یورپ کی تمام سامراجی طاقتیں جو اسلام کے خلاف تھیں، وہ مرعوب اور خوف زدہ ہوگئیں۔ مسلمانوں کے حوصلے اس قدر بلند ہوئے کہ بڑے سے بڑا طاقت ور صاحبِ اقتدار ان کی نظر میں کم تر تھا۔ بحریہ کی تشکیل بھی اسی غرض سے ہوئی تھی کہ اسلامی حکومت کو بحری حملہ آوروں، خصوصاً یورپ کے قزاقوں سے بچایا جاسکے۔ بازنطینی حکومت اسلامی سرحدات پر آئے روز حملہ آور ہوتی تھی۔ اس لیے آپؓ کی خواہش تھی کہ قیصرِ روم کی طرف سے ان خطرات کا مستقل بندوبست کیا جائے۔ نیز حضرت امیر معاویہؓ کے ذہن میں نبی کریمؐ کا وہ خواب بھی تھا، جو (آپؐ کی رضاعی خالہ) سیّدہ اُمِ حرام زوجہ حضرت عُبادہ بن صامتؓ کے گھر میں حجۃ الوداع کے بعد آپؐ کو دکھایا گیا، جس میں آپؐ نے ان لوگوں کو مغفرت اور جنت کی بشارت دی تھی، جو سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر لشکر کشی کریں گے۔ چناں چہ ۲۸ھ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت اور حضرت امیر معاویہؓ کی امارت میں جزیرۂ قبرص کو فتح کرکے وہاں اسلامی جھنڈا بلند کیا۔ (عمدۃ القاری، ج: 4، ص: 165) اس لشکر میں سیّدہ اُمِ حرامؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابوالدرداءؓ جیسے اکابر صحابہؓ شریک تھے۔ (و کان أمیر ذٰلک الجیش معاویہ بن ابی سفیان فی خلافة عثمان. (اُسد الغابہ، ج:5، ص 578)

حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں دوسرا اور بڑا فوجی کارنامہ قسطنطنیہ پر حملہ تھا۔ جزیرۂ قبرص کے جہاد کی طرح اس جہاد کا منظر بھی آں حضرتؐ کو خواب میں دکھایا گیا۔ یہ دونوں منظر آپؐ نے خواب میں دیکھے اور ان پر فخر کا اظہار کیا۔ آپؐ نے بشارت دی تھی کہ ان دونوں غزوات میں جو لوگ شریک ہوں گے، وہ سب جنتی ہیں۔ اس بشارت کے مستحق ہونے کے لیے بڑے بڑے صحابہؓ نے اس غزوے میں شرکت کی۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ اس غزوے میں شریک ہوئے اور فوج کے سپہ سالار حضرت معاویہؓ کے فرزند امیر یزید تھے۔ اس غزوے میں امیر یزید کا سپہ سالار ہونا ایسی حقیقت ہے، جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا اور اس غزوے میں شریک ہونے والے حضرات کا جنتی ہونا بھی ایسا یقینی ہے، جس کی تکذیب ممکن نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے: ''نبی کریمؐ نے فرمایا: ''میری اُمت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گی، ان کے لیے مغفرت ہے۔'' بخاری کے شارح علامہ قسطلانی نے ''مدینہ قیصر'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد رومی عیسائیوں کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے۔ پھر اس کے حاشیے میں لکھا ہے: ''کان اوّل من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویہؓ و معهٗ جماعة من سادات الصّحابة.''

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما قیل فی قتال الروم، ص 410)

(بقیہ صفحہ 11 پر)

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

بدلتی دنیا کا مالیاتی نظام

صدیوں سے انسان تبادلۂ اشیا کے لیے قیمتی دھاتوں کا استعمال کر رہا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ہی قیمتی دھاتوں کی جگہ کاغذی کرنسی نے لینی شروع کردی، جسے بالآخر 1945ء میں بریٹن ووڈ (Bretton Woods) معاہدے کے تحت قانونی شکل دی گئی۔ امریکی ڈالر کو بنیادی زرِ تبادلہ کی حیثیت سے مان لیا گیا۔ اُس کے بعد قریباً نصف صدی تک اس نظام کو معمولی تبدیلیوں کے ساتھ برقرار رکھا گیا، لیکن اب انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں انقلابی پیش رفت ہمارے اردگرد قائم مالیاتی نظام کو بڑی تیزی سے تبدیلی کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اس میں سب سے اہم کرنسی کے تبادلے کا نظام ہے، جہاں اب ڈیجیٹل تبادلۂ زر اپنی جگہ بنا رہا ہے۔ چناں چہ 2013ء کے مقابلے میں 2019ء میں عالمی سطح پر ڈیجیٹل ادائیگیاں 10 فی صد سے بڑھ کر 13 فی صد تک آچکی ہیں۔ کئی ممالک نے تو اس مدت کے دوران قابلِ ذکر ترقی کی ہے۔ ان میں زیادہ تر یورپی ممالک اور امریکا شامل ہیں، جہاں ڈیجیٹل ادائیگیاں 90 فی صد یا اس سے زیادہ ہیں۔ چین 41 فی صد اور بھارت 30 فی صد پر پہنچ چکے ہیں۔ جب کہ پاکستان میں باوجود 45 فی صد آبادی کے پاس موبائل فون ہونے کے یہ شرح 1 فی صد سے بھی کم ہے۔ پاکستان کو مالیاتی میدان میں اندرونی اور بیرونی چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں FATF کی جانب سے بلیک لسٹ کیے جانے کا اندیشہ اور اندرونِ ملک دستاویزی معیشت کی راہ میں رکاوٹوں کا ماحول ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہمارا نظام اب خطرہ بھانپ چکا ہے اور اپنے اندر جوہری تبدیلیاں متعارف کروا رہا ہے۔ انٹرنیٹ نے پوری دنیا بالخصوص مغربی ممالک کو ایک نئی طاقت سے ہم کنار کردیا ہے۔ ان ممالک سے کسی بھی قسم کے تعلقات قائم کرنے کے لیے اس ڈیجیٹل دور میں قدم رکھنے ہوں گے، جو یقیناً ہم خود کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ چناں چہ پہلے کی طرح ورلڈ بنک کی معاونت سے اب پاکستان میں نیشنل پیمنٹ سسٹم سٹریٹجی PNSS کا اجرا کیا گیا ہے، جس کے تحت ملکی معیشت میں 2025ء تک تقریباً ہر ادائیگی بہ تدریج ڈیجیٹل کردی جائے گی۔ ایک اندازے کے مطابق یہ عمل معیشت میں بڑھوتری کو 7 فی صد کردے گا، چالیس لاکھ نوکریاں پیدا کرے گا اور مالیاتی سسٹم میں نقائص کی وَجہ سے سالانہ ضائع ہونے والے 6 ارب ڈالر کو بچا سکے گا۔ دوسری جانب ٹیکس چوری، منی لانڈرنگ اور رشوت خوری کو بہت مشکل بنادے گا۔

سوچنے کی بات ہے کہ یہ عالمی مالیاتی ادارے ہم پر اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہیں؟ مغربی ممالک میں اس وقت ڈیجیٹل ادائیگیوں سے متعلق سب سے بڑا مسئلہ نجی زندگیوں سے متعلق معلومات اور سائبر سیکیورٹی کا ہے۔ یہ معلومات جدید دور کا سرمایہ ہیں۔ یہی وَجہ ہے کہ چین نے کسی بھی عالمی ادارے کو اپنی معیشت میں یہ کام نہیں کرنے دیا۔ انھوں نے اپنا اندورنی نظام بنالیا ہے، جو اس وقت دنیا میں بہترین ہے۔ ایسے ہی بھارت اپنی عوام سے متعلق ڈیٹا ملٹی نیشنل کمپنیوں کو نہیں دینا چاہتا، اس لیے محتاط ہے۔ پاکستان کو اس میدان میں جانا ہوگا، لیکن اپنی شرائط پر اُسے یہ سب کچھ کرنا ہوگا۔

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

عالمی دہشت گردوں کا مکروہ چہرہ

2/ مئی 2011ء کو امریکا کے حساس ادارے سی آئی اے نے ایک سپیشل آپریشن کے ذریعے اُسامہ بن لادن، جو ایک دہشت گرد گروپ القاعدہ کا سربراہ تھا، رات ایک بجے کے قریب پاکستان کے شہر ایبٹ آباد کے علاقے بلال ٹاؤن میں واقع اس کے گھر کے کمپاؤنڈ میں ہلاک کردیا تھا۔ اس مشن کا نام تھا "Night Stalkers" یعنی گھات لگانے والا۔ جسے سی آئی اے کے سپیشل ایکٹویٹی ڈویژن نے دیگر مزید چار امریکی فورسز کی ایجنسیوں کے تعاون سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا تھا۔ اُسامہ بن لادن کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی لاش افغانستان لے جاکر شناخت کی گئی، جسے بعد میں بحیرۂ عرب کے شمال کے گہرے پانیوں میں غرق کردیا گیا۔ ایجنسی کا کہنا تھا کہ ہم نے گزشتہ دس سالوں کی انتھک جدوجہد کے بعد اُسامہ کا پتہ چلایا تھا۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے 27/ اکتوبر 2019ء کو اپنے پیغام میں کہا کہ: ''داعش کے سربراہ ابوبکر البغدادی بزدلوں والی کتے کی موت مرا۔'' امریکی حکام کا کہنا ہے کہ البغدادی 26/ اکتوبر 2019ء کو ایک آپریشن کے دوران ہلاک کردیا گیا۔ ٹرمپ نے مزید کہا کہ: ''بغدادی کی لاش مسخ ہوگئی تھی۔ اس کی شناخت خون کے نمونے سے ہوئی۔'' امریکی اخبار نیویارک ٹائمز کے مطابق شام کے شمال مغربی علاقے 'اِدلب' کے مضافات میں امریکی فوج کے آپریشن کے دوران داعش کے سربراہ نے امریکی فوجیوں کو دیکھتے ہی خودکش دھماکے میں اپنے آپ کو ہلاک کرلیا۔ امریکی جریدے نیوز ویک کے مطابق ٹرمپ نے کہا: ''یہ ایک انتہائی خطرناک آپریشن تھا۔ میں نے اس آپریشن کے مناظر براہِ راست دیکھے۔'' امریکی صدر نے 27/ اکتوبر 2019ء بروز اتوار کی صبح کو ''بڑی کامیابی'' ملنے کی نوید سنائی تھی۔ امریکی وزارتِ دفاع نے وائٹ ہاؤس کو بتایا کہ انھیں یقین ہے کہ ادلب میں امریکی کاروائی میں مارے جانے والا ''ہائی ویلیو ٹارگٹ'' ابوبکر البغدادی ہی تھا۔ 29/ اکتوبر 2019ء کی رپورٹ کے مطابق امریکا نے البغدادی کی میت کی اسلامی طریقے کے مطابق نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد سمندر بُرد کردی۔

سی آئی اے نے جن علاقوں میں آپریشنز شروع کیے، وہاں کے معروضی حالات کے بارے میں سروے کرائے۔ دنیا میں قائم اس کے پالیسی ریسرچ سنٹرز یہی کام سرانجام دیتے ہیں۔ سیاسی، سماجی، معاشرتی اور مذہبی اقدار کے بارے میں تحقیقات کروائی گئیں۔ مثلاً افغانستان کے سماجی ڈھانچے پر غور کریں تو یہاں کا معاشرہ قبائلی عہد کی یاد تازہ کرتا ہے۔ لوگوں کے اجتماعی مسائل کے بارے میں فیصلہ قبائلی سردار کرتے ہیں۔ سماجی مسائل کی مذہبی تعبیر بھی انھیں کی معتبر مانی جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی جب امریکا نے 2001ء میں افغانستان میں آپریشن کا آغاز کیا تو اس نے وہاں کے قبائلی سرداروں کو واشنگٹن بلا کر ان کی تائید سے ہی اپنے سامراجی آپریشن کیے۔ افغانستان کی سماجی اقدار کے نمائندے ببرک کارمل اور ڈاکٹر نجیب اللہ کے بجائے یہی قبائلی سردار بنائے گئے۔ شروع میں فیس سیونگ کے لیے مجاہدین کھڑے کیے، جن کی آڑ میں جنگجو فوجی لڑتے رہے۔ پھر جب مجاہدین شکست سے دوچار ہونے لگے تو انھیں طالبان کے نام سے تبدیل کرکے اس دہشت گردی کی جنگ کو تازہ خون فراہم کیا گیا۔ جس سے یہ تاثر اُبھر کر سامنے آیا کہ ''افغانستان کی بقا کی جنگ لڑنے والا یہی مذہبی طبقہ ہے، جو کفار (روس) کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا ہوا ہے۔''

دوسری طرف مشرقِ وسطیٰ پر نظر ڈالیں تو یہاں ''النصرہ فرنٹ'' اور ''داعش'' جیسے جتھے پیدا کیے گئے۔ داعش ایک سلفی، جہادی، شدت پسند اور بنیاد پرست تنظیم 1999ء میں ''جماعت التوحید والجہاد'' کے طور پر ظاہر ہوئی۔ عربوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے کے لیے لوگوں کو سخت سے سخت سزائیں دی گئیں۔ ان سزاؤں کی عالمی میڈیا کے ذریعے تشہیر کی گئی۔ عالمی سطح پر اس نے القاعدہ کی حمایت کا اعلان کیا۔ 2003ء تا 2011ء عراقی تباہی میں حصہ لیا۔ 2014ء میں اس گروہ نے دنیا بھر میں خود کو ''خلافت'' کہا اور ''دولت اسلامیہ'' کہلوانا شروع کردیا، تاکہ عالمِ عرب میں یہ تصور اُجاگر ہوسکے کہ اب مسلمانوں کی سابقہ خلافت پھر سے بحال ہوگئی ہے۔ 2015ء میں داعش کا سالانہ بجٹ ایک بلین ڈالر سے زیادہ تھا اور 30 ہزار سے زیادہ جنگجوؤں پر مشتمل فوج ان کی کمانڈ میں تھی۔ امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ جان کیری نے 13/ فروری 2016ء کو واشنگٹن پوسٹ کے کالم نگار ڈیوڈ اگناٹس کو میونخ میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ: ''ہم ابھی شام کے مسئلے پر روس اور ایران کی سنجیدگی کو آزما رہے ہیں۔ اگر یہ سنجیدہ نہ ہوئے تو پھر پلان بی پر سوچا جائے گا۔ پلان بی کا مطلب ہوگا کہ امریکا خود اپنے حلیفوں کے ذریعے شام میں کارروائیوں کو تیز کردے گا۔ ان کارروائیوں کا جواز یہ دیا جائے گا کہ یہ کاروائیاں داعش کے خلاف کی جارہی ہیں، مگر حقیقت میں ان کارروائیوں کا مقصد یہ ہوگا کہ علاقے میں پیدا کردہ انتہا پسند گروپس کے ساتھ مل کر بشار الاسد کی حکومت کو ختم کیا جائے۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام جتھے خود امریکا کے ہی پیدا کردہ تھے۔ ان کے ذریعے خطوں میں عدمِ استحکام پیدا کرکے ان قوموں کے وسائل کو بے دریغ طریقے سے لوٹا گیا۔ دونوں دہشت گرد اُسامہ بن لادن اور البغدادی انھیں کے آلہ کار تھے۔ بدنام ہونے پر ایک ہی طریقے سے راستے سے ہٹا کر لاشوں کو بھی ایک ہی انداز سے ٹھکانے لگایا گیا۔ انھیں 'سمندر بُرد کرنا' ان کی جسمانی موت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ سرمایہ پرستی کے نظام کے لیے قوموں کو تباہ کرنے والوں کا انجام عبرت ناک ہی ہوتا ہے، جن کے وجود کو زمین بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔

ان تمام اقدامات کے باوجود مشرقِ وسطیٰ میں بشار الاسد کی حکومت آج بھی قائم و دائم ہے۔ امریکا کے کریڈٹ میں لاکھوں بے گناہ انسانی جانوں کا بے دریغ بہا ہوا خون اور چند مالی مفادات تھے، جو اس کی ملٹی نیشنل کمپنیاں ہڑپ کرگئیں۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

بھلائی اور خیر کا نظریۂ زندگی

25؍ اکتوبر 2019ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ پاک فرماتے ہیں کہ: ’’وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا‘‘ (148:2) یعنی ہر انسان کا کوئی نہ کوئی نظریۂ زندگی ہوتا ہے۔ انسان دنیا میں کوئی کام بغیر سوچے سمجھے یا ذہن میں پہلے مطلب اور مقصد رکھے بغیر نہیں کرتا۔ اس کی زندگی کے ہر عمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی نیت، عزم، غرض اور مقصد کارفرما ہوتا ہے۔ قرآن نے محض فرد کی بھی بات نہیں کی، بلکہ جس سطح کی بھی اجتماعیت ہو، چاہے وہ افراد ہوں، خاندان ہوں، کوئی تاجروں یا کاشت کاروں کی جماعت ہو، یا کسی بھی شعبے یا پیشے سے وابستہ لوگوں کی جماعت ہو، پھر کسی قوم کی بات ہو یا بین الاقوامی سطح کی بات ہو، ہر ایک فرد، ہر ایک نسل، ہر ایک خاندان کسی نہ کسی مقصدِ زندگی کے محور سے وابستہ ہے۔ اسی کے مطابق عمل کر رہا ہے۔

اب ان تمام اغراض و مقاصد میں سے اچھا اور بہتر کیا ہے؟ قرآن حکیم نے کہا: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ جب ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی مقصدِ زندگی ہے اور وہ کسی نہ کسی نظریے کے تحت کام کر رہا ہے تو سب سے پہلے ان کے درمیان خیر اور شرّ کا فرق اور امتیاز پیدا کرو۔ پھر اس میں جو خیر اور بھلائی کے کام ہیں، ان میں مقابلہ کرو، آگے بڑھو، سبقت لے جاؤ۔ انسانی بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے کا نظریہ اپناؤ۔

خیر میں بھی صرف چھوٹی خیر ہی نہیں، زیادہ سے زیادہ بڑی خیر اور بھلائی کے لیے آگے بڑھ کر کوشش کرو۔ ہر کام میں جو خیر کا پہلو ہے، اسے غالب رکھو۔ خیر کی ضد شرّ ہے۔ تمھارا ہر وہ عمل جو لوگوں کے شرّ اور نقصان کا باعث بنے، غلط سوچ اور غلط فکر پیدا کرے، اسے چھوڑ دو۔ ہر کام میں خیر کا پہلو بھی ہوتا ہے اور شرّ کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ مثلاً بھوک لگی ہوئی ہے، کھانا کھانا خیر ہے۔ کیوں کہ وہ انسان کی جسمانی توانائی کے لیے ضروری ہے۔ لیکن اگر جسمانی ضرورت سے زیادہ کھانا کھا لیا تو وہی شرّ بن جائے گا، جو آپ کے جسم کے لیے نقصان دہ ہوگا۔

آپ کا نظریۂ زندگی انسانی بھلائی کا ہونا چاہیے۔ انسان دشمنی کا نہ ہو۔ انسانی بھلائی اور فلاح و بہبود بھی بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب کل انسانیت کے لیے ہو۔ کسی خاص فرقے، نسل یا قوم کے تناظر میں یہ بات نہیں کہی جا رہی۔ جب خیر کی بنیاد ہوگی اور خیر کے مطابق جدوجہد اور کوشش کرو گے تو اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ (148:2) (تم جہاں بھی ہوگے، تو اللہ تم تمام کو لے آئے گا)۔ خیر کا جو کام بھی، نیز انسانی بھلائی، خیر خواہی اور انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا جو کام بھی اختیار کرو گے تو اس کے نتیجے میں تم اللہ کو پاؤ گے۔ کیوں کہ ہر خیر انسان کو کھینچ کر اللہ تک لے جاتی ہے۔ اللہ کو راضی کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اللہ سے تعلق قائم کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔‘‘

سرمایہ داری نظام، شرّ کے نظریے پر ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’آج کے اس زمانے میں سب سے بڑی خرابی یہ پیدا ہوئی کہ ہمارا نظریہ مجموعی طور پر خیر کا نہیں رہا، شرّ پیدا کرنے کا بن گیا۔ اپنے دوسرے بھائی کو نقصان پہنچانا، جھوٹی مقدمے بازی کرنا، جھوٹ بولنا، بددیانتی کرنا، حقوق توڑنا۔ اور کچھ نہ ملے تو اپنی ریاستی املاک کی توڑ پھوڑ ہی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اپنے اجتماعی نظام ہی کے اندر افتراق و انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ افتراق و انتشار، خرابی، توڑ پھوڑ، یہ تمام شرّ کے پہلو ہیں۔ ان کی ممانعت کی گئی ہے۔ یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ پچھلے ڈھائی تین سو سال سے جب سے دنیا پر سرمایہ داری نظام غالب ہے، دنیا میں لوگوں کے درمیان مقابلہ شرّ پر ہو رہا ہے، خیر پر نہیں ہو رہا۔ کیوں کہ جب زندگی کے تمام معاملات میں زر ’’اصل‘‘ اور محور بن گیا اور انسان سرمائے کا غلام اور اُس کے گرد گھومنے لگ گیا تو پھر مقابلہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے اور انسانیت کا استحصال کرنے کی طرف ہو گیا۔ زر تو اس لیے تخلیق ہوا تھا کہ وہ تبادلہ اشیا میں انسانوں کے لیے سہولت اور خیر کا پہلو بنے۔ زر کو اشیا کے تبادلے، انسانی احتیاجات کی تسکین اور اس کی افادیت کے لیے ایک واسطہ اور ذریعہ بنایا گیا تھا، جو کہ اس کا خیر کا پہلو ہے۔ اب اس خیر کے پہلو سے ہٹ کر زر ہی اصل بن جائے، پیسہ کمانا ہی اصل بن گیا، یہی سرمایہ داری اور شرّ ہے۔

جن کے پاس انسانی اَخلاق ہیں، انسانی محنت و مشقت ہے، جن کے ہاں اچھی لیبر ہے، جدوجہد اور کوشش ہے، وہ بے چارے پیچھے ہیں۔ جن کے پاس دولت ہے، چاہے لوٹ مار سے ہو، چوری ڈاکے سے ہو، قتل و غارت گری سے ہو، وہ آگے ہیں۔ مقابلہ کس میں ہو رہا ہے؟ شرّ میں۔ خیر میں مقابلہ نہیں رہا۔ انسانیت کی بات نہیں رہی۔ قرآن تو مسلمان کو حکم دیتا ہے کہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ: خیر کے کاموں میں مقابلہ کرو۔ یہ حکم اور امر ہے۔ جیسے نماز پڑھنے کا حکم ہے، روزہ رکھنے کا حکم ہے، ایسے ہی خیر کی سوچ اور نظریہ رکھنے کا بھی حکم ہے۔ خیرات کے پہلو سے متعلق امور کو اپنانے کا بھی حکم دیا گیا۔ خیر کا تعلق زر کی بڑھوتری سے نہیں، بلکہ انسانوں کی بھلائی کے امور سے ہے۔ آپ انسانی معاشرے میں رہ رہے ہیں تو وہاں پر ایک مظلوم کے لیے بھلائی کیا ہے؟ ایک مزدور کی بھلائی کیا ہے؟ ایک کسان کی بھلائی کیا ہے؟ ایک انسان کے بنیادی حقوق کیا ہیں؟ ان کے حقوق پورا کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرنا ’’خیر‘‘ ہے۔

پھر صحیح سسٹم قائم کیے بغیر انسانی بھلائی اور خیر کا کام باقاعدہ منظّم انداز میں نہیں کیا جاسکتا۔ حکومت اس کے لیے ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ اگر حکومت تو قائم کر لی جائے اور اس میں خیر نہ ہو تو ایسی حکومت قابلِ تقلید نہیں ہے۔ اس کی حکمرانی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ ایسے حکمران کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، جو امن و امان، عدل و انصاف اور انسانی خیر و بھلائی کا کام نہ کرے۔‘‘

www.rahimia.org

آج عالمی نظام، شرّ کے نظریے پر قائم ہے

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ آج کے زمانے میں افراد حکمران نہیں ہیں، بلکہ ملکی نظام اور عالمی سسٹم حکمران ہے۔ اس وقت بین الاقوامی سطح پر پانچ بڑے غیر مسلم ملک ہیں، جو ویٹو پاور رکھتے ہیں، ان کی مرضی کا جو نظام ہوتا ہے، وہی دنیا کے ممالک میں قائم ہوتا ہے اور وہ ہر ملک پر عالمی شکنجہ کستے ہیں۔ ملک بنانے سے پہلے ہی اُسے غلام بنالیا جاتا ہے۔ افراد (وزرائے اعظم وغیرہ) تو اس سسٹم میں صرف منیجر اور ملازم ہوتے ہیں۔ وہ پانچ سال یا کم و بیش کے عرصے کی ملازمت کے لیے آتے ہیں اور انھیں جو ہدف دیا جاتا ہے، وہ پورا کرکے واپس چلے جاتے ہیں۔ ایسے میں افراد کے چہرے بدلنے سے سسٹم میں کچھ فرق نہیں آتا۔ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ پاکستان میں قائم سسٹم کی بنیادیں خیر پر نہیں، شرّ پر ہیں۔ اس لیے کہ یہ غلامی کے دور کا نظام ہے۔ یہ سسٹم سرمایہ دارانہ اصول پر قائم اور آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کا غلام ہے۔ ملک کا سسٹم جس شرّ کے نظریے پر بنا ہے، اس کے نتائج بھی ہمیشہ غلط رہیں گے۔ چاہے اس سسٹم کی کرسی پر کوئی بڑے سے بڑا سیاسی لیڈر یا کوئی مذہبی رہنما آکر ہی کیوں نہ بیٹھ جائے۔

نبی اکرمؐ نے جب اس آیت فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پر صحابہؓ کی تربیت فرمائی تو اس سے مکہ کا سسٹم بدلا تھا۔ آپ دیکھیں کہ مکہ کے سسٹم اور حکمرانی میں چند وزیر اور ایک سربراہ ابوجہل تھا۔ ''دارالندوہ'' اُن کی پارلیمنٹ تھی۔ نبی اکرمؐ سے پہلے تین سو سال سے عمرو بن لُحی کے زمانے سے مکہ میں اس ''دارالندوہ'' کے شرّ کا نظام چل رہا تھا۔ جب حضورؐ کی تحریک اپنے عروج پر جاتی ہے تو اس غلط سسٹم کا سربراہ ابوجہل ابوطالب سے کہتا ہے کہ اپنے بھتیجے سے کہو کہ اگر آپ حکومت چاہتے ہیں تو ہم حکومت میں آپ کو حصے دار بنانے کے لیے تیار ہیں، جب کہ سسٹم یہی رہے گا۔ اگر آپ کو کسی عورت سے شادی کرنی ہے تو وہ بھی آپ کی ہم کرادیتے ہیں۔ کوئی مال و دولت یا سرمائے کا ڈھیر چاہیے تو وہ بھی آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں، لیکن آپ سسٹم کو بدلنے کی بات مت کریں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور ایک ہاتھ پر چاند لاکر رکھ دیں، تب بھی میں اپنی بات سے منحرف نہیں ہوں گا۔'' (سیرت ابن ہشام، ج2۔ البدایہ والنہایہ، ج1) کیوں کہ مجھے تو خیر اور انسانی بھلائی کا سسٹم بنانا ہے۔ اگر نظام سے وابستہ شرّ موجود رہے اور اسی میں مَیں شراکتِ اقتدار کرلوں، اسی کا حصے دار بن جاؤں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ میں بھی شر کے پھیلانے کا ذریعہ بن جاؤں گا۔

اس لیے نبی اکرمؐ نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر اپنی حکومت خود قائم کی۔ خیر کی بنیاد پر اپنا نظام اور سسٹم بنایا۔ نئی عدالت، نئی سیاست، نئی معیشت، نئے ادارے، نیا نظام، نیا طریقۂ کار طے کیا۔ پھر آپؐ نے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (33:9) کی اساس پر اس کے ذریعے سے طاقت پیدا کی۔ اس طاقت کے ساتھ مکہ کے اس سسٹم کو بھی توڑا اور نیا نظام جو مدینہ میں قائم کیا تھا، وہ نافذالعمل ہوا۔ اسے انقلاب کہتے ہیں۔''

خیر کے نظریے کے بغیر تبدیلی ممکن نہیں

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''آج ہماری یہ بڑی غلط فہمی ہے کہ اسی شرّ کے سسٹم میں رہتے ہوئے ہم کوئی نتیجہ پیدا کرلیں گے۔ بڑے بوڑھے بزرگ جانتے ہیں کہ 1970ء کے الیکشن سے پہلے کیا تھا اور بعد میں کیا ہوا۔ بھٹو صاحب نے یہاں روٹی، کپڑا اور مکان کے نعرے لگائے۔ جلسے جلوس نکالے۔ یہاں کے غلط سسٹم اور بائیس خاندانوں کی سرمایہ داری، حکمرانی کے نظام سے تنگ آئے ہوئے لوگ سڑکوں پر نکل آئے اور بڑا شور وغوغا ہوا کہ جی انقلاب آرہا ہے، تبدیلی آرہی ہے، یہ ہوجائے گا، وہ ہوجائے گا۔ بھٹو صاحب چھ سات سال حکومت میں رہے، کیا ہوا؟ جو پہلے بنا ہوا سسٹم تھا، وہ بھی تباہ و برباد کردیا گیا۔ اور نیا سسٹم بنائے بغیر انھیں اٹھا کر پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ اس کے بعد اسلام کا غلغلہ شروع ہوا۔ 1977ء میں تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے نعرے لگائے گئے۔ نتیجہ کیا نکلا؟ گیارہ سالہ آمریت اس سوسائٹی پر مسلط ہوئی۔ نہ اسلام، نہ نظام، نہ کچھ اور، سسٹم میں کیا تبدیلی آئی؟ بلکہ وہ مزید بگڑ گیا۔ اس کے بعد سے لے کر آج تک نئے نئے نعروں پر الیکشنوں کا ایک تماشا بپا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خیر کا نظریہ غائب ہوگیا اور شرّ پھیل گیا۔ جب کسی سوسائٹی میں سیاسی شعور مسخ ہوجائے، سسٹم کے حوالے سے ادراک ختم ہوجائے، خیر کا نظریہ زندگی نہ رہے، وہ سوسائٹی زوال پذیر ہوتی ہے۔

ہماری غلامی کی سیاہ رات جو ہم پر دو ڈھائی سو سالوں سے چھائی ہوئی ہے، اس کا سبب وہ عالمی سرمایہ داری نظام ہے، جس کی ایجنٹی پر یہاں کا سیاسی، معاشی اور سماجی سسٹم چل رہا ہے۔ غلامی کے زمانے میں انگریزوں کا وہ سسٹم ہے، جو دو سو سالہ دور میں اس قوم کو غلام بنانے کے لیے نوآبادیاتی دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بنایا گیا، آج بھی وہی مسلط ہے۔ ڈھائی سو سالوں میں اس میں تو کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔

پارلیمنٹ موجود ہے، لیکن ''ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم'' کا منظرنامہ ہے۔ سسٹم کی تبدیلی کے حوالے سے کچھ کرنا کرانا نہیں۔ پاکستان کی پارلیمنٹ سازی کی ستر سال کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو، اس نے سسٹم میں کیا تبدیلی کی ہے؟ غلامی کے زمانے کا وہی سسٹم آج بھی قائم ہے۔ پھر انگریز سے آزادی حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ انگریز کی حکمرانی قائم رہتی، یہ تو پتہ ہوتا کہ ہم غلام ہیں۔ اب ہم فخر سے کہتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں اور آزادی کے نام پر بڑا شور شرابا مچاتے ہیں۔ اس سے بڑا دھوکا اَور کیا ہوگا؟ غلام اسی ظالمانہ سسٹم کے ہوں اور سمجھیں اپنے آپ کو آزاد، اس سے بڑی منافقت دین اور ریاست میں اَور کیا ہوگی؟ بالفرض اس کو آزادی تسلیم بھی کرلیا جائے تو ایک کامل آزادی ہوتی ہے، اور ایک ناقص آزادی ہوتی ہے۔ ناقص آزادی سے کامل آزادی کی طرف سفر تو تب ہوگا جب آپ کا سسٹم بدلے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں شرّ کے مقابلے میں خیر کا سسٹم قائم کرنے اور مکمل آزادی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!''

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمیؒ

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے شاگردوں میں سے ایک بڑا نمایاں نام حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کا بھی ہے۔ ان کی ولادت 24/ جون 1924ء کو گوٹھ بھنبھو خان، چانڈیو، ضلع لاڑکانہ، سندھ میں حافظ محمود چانڈیو کے ہاں ہوئی۔ ان کی کنیت ''ابوسعید'' تھی۔ دینِ اسلام کی ابتدائی تعلیم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے شاگرد مولانا غلام رسولؒ ناڑی والوں کے شاگرد مولانا خوش محمد میر خانیؒ سے حاصل کی۔ درسِ نظامی ''دار الفیض''، تحصیل قمبر سے کیا۔ اس کے بعد دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، جہاں ان کی ملاقات مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے ہوئی۔ حضرت مدنیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ 1939ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ''مولوی فاضل'' کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ دہلی میں قیام کے دوران حکیم اجمل خانؒ کے استاد حکیم جمیل الدینؒ سے ''طبیبِ فاضل'' کا امتحان بھی پاس کیا۔ دار العلوم دیوبند میں قیام کے دوران ''جمعیۃ الطلباء سندھ'' بھی قائم کی، جس کا مقصد سندھی طلبا کے مسائل کو حل کرنا تھا۔

1939ء میں جب امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ وطن واپس تشریف لائے تو مولانا موصوفؒ اپنے تمام کام چھوڑ کر ''دار الرشاد'' گوٹھ پیر جھنڈو میں حضرت سندھیؒ سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار و نظریات مکمل تحقیق کے ساتھ پڑھنے اور ان میں مہارت حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے۔ 1941ء میں مدرسہ ''دار السعادت'' گورو پہور، تحصیل شکار پور میں ''شیخ الحدیث'' اور ''صدر مدرّس'' کے منصب پر فائز ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مولاناؒ کا سیاسی تعلق جمعیت علمائے ہند کے ساتھ قائم ہوگیا۔ 1943ء میں تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ کی کانگریس پارٹی کے وائس پریذیڈنٹ اور 1944ء میں ضلع لاڑکانہ کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے۔ گوٹھ میرو خان لاڑکانہ میں انگریزی کے استاد کے طور پر بھی مقرر ہوئے۔

1944ء میں مولانا قاسمیؒ اور عزیز اللہ جرواؒر کی انتھک کوششوں سے ضلع لاڑکانہ میں محمد قاسم ولی اللہ تھیالوجیکل کالج کا قیام عمل میں آیا۔ 1947ء میں گھوٹکی ضلع سکھر میں ایک مدرسے ''قاسم العلوم'' میں شیخ الحدیث رہنے کے بعد 1948ء میں کراچی تشریف لے آئے۔ 1951ء تک مسلسل ولی اللّٰہی تحریک کے ایک اہم مرکز مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ مارکیٹ اور 1958ء میں سندھ مسلم کالج میں عربی زبان کی درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ رہے۔ 1963ء میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے اور تادمِ آخر اس ذمہ داری کو بڑے احسن طریقے سے نبھایا۔ دہلی کے مشہور ''اورینٹل کالج''، میں بھی تدریسی ذمہ داریاں نبھائیں۔ اس دوران دہلی ہی میں مفتی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

مولانا قاسمیؒ کو انگریزی، عربی، فارسی، اُردو اور سندھی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ انھوں نے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابوں کی تدوین کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ شاہ صاحبؒ کے فکر و فلسفے کو سمجھانے کے لیے کثیر تعداد میں مضامین اور مقالات تحریر کیے۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی جانب سے ''الرحیم''، ''الولی'' اور Al-Samka کے نام سے رسائل کا اجرا بھی کیا۔ سندھ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی کلاسز کے لیے وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمہ قرآن کے اصولوں کی روشنی میں قرآنِ حکیم کا سندھی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ 1977ء سے لے کر 1989ء تک پاکستان کی مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے چیئر مین رہے۔

مولانا قاسمیؒ 1979ء میں سندھی ادبی بورڈ کے چیئر مین مقرر ہوئے اور 11 سال تک اس میں اپنی ذمہ داریاں انجام دیں۔ اس کے علاوہ سندھ کے بیشتر علمی و ادبی اداروں کے ممبر کے طور پر ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ مولاناؒ کے لکھے ہوئے مقالات، تحریروں اور کتب کی فہرست بہت طویل ہے۔ حکومتِ پاکستان نے 1987ء کو ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں ''ستارۂ امتیاز'' سے بھی نوازا۔

مولانا قاسمیؒ نے امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے حاصل کیے گئے اسباق کو بھی مختلف عنوانات کے تحت شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے مجلّات میں شائع کیا۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار و نظریات پر پاکستان میں کام کرنے والی واحد تنظیم، تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی پاکستان کے بانی امامِ عزیمت حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے ساتھ ان کا عقیدت اور محبت کا تعلق تھا۔ ایک موقع پر مولانا قاسمیؒ نے حضرت رائے پوریؒ کو بتایا کہ ہم نے امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے ان کے افکار پر تنظیم سازی اور عملی کام کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت سندھیؒ نے فرمایا کہ: ''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ان افکار پر کوئی خانقاہی آدمی ہی کام کرسکتا ہے۔'' اس کے بعد مولانا قاسمیؒ نے حضرت رائے پوریؒ سے کہا کہ: ''مجھے یقین ہے کہ وہ خانقاہی آدمی آپ ہی ہیں۔''

مولانا قاسمیؒ نے 40 سال تک امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابیں شاہ ولی اللہ اکیڈمی میں پوری تحقیق کے ساتھ پڑھائیں۔ اس عرصے میں ہزاروں تشنگانِ علم نے ان سے فیض حاصل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سندھ کی مشہور شخصیت مخدوم نوح ہالائیؒ کے ترجمہ قرآن پر حواشی، شاہ عبد الطیف بھٹائیؒ پر تحقیقی مقالات، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ اور مخدوم محمد معین ٹھٹھویؒ کی متعدد کتب کی تدوین کا کام بھی احسن طریقے سے نبھایا۔ وادیٔ سندھ کے دینی پسِ منظر کو اُجاگر کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ دیگر علمائے سندھ کی کتب کی تلاش اور حصول کے لیے سعودی عرب، روس اور فلسطین وغیرہ کے اسفار بھی کیے۔ سندھ یونیورسٹی جام شورو میں 1600 کے قریب ایسے قلمی نسخے موجود ہیں، جو محض مولانا موصوفؒ کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

مولاناؒ کا وصال 9/ دسمبر 2003ء کو حیدر آباد میں ہوا۔ نمازِ جنازہ مولانا عبد الصمدؒ ہالیجی والوں نے پڑھائی۔ تدفین مقبرہ غلام شاہ کلہوڑ و حیدر آباد میں عمل میں لائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان صاحبِ نسبت و استقامت بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

www.rahimia.org

اجتماعیت پسند لوگوں پر انقلابی جدوجہد لازمی ہے

ایسی حالت میں مفادِ عامہ کی سوچ رکھنے والے لوگوں پر اچھے اور برحق نظام کی اشاعت اور فروغ کی جدوجہد کرنا لازمی ہوجاتا ہے۔ اُن پر واجب ہے کہ وہ باطل کو مٹانے اور اُس کا راستہ روکنے کے لیے پوری جدوجہد کریں۔ بسا اوقات ایسا اُس وقت تک ممکن نہیں ہوتا، جب تک کہ حکمران طبقے کے ظلم کی مزاحمت نہ کی جائے یا اُن سے لڑائی نہ کی جائے۔ اس غلط ماحول میں ایسی انقلابی جدوجہد کرنا نیکی کے تمام اعمال میں سب سے افضل ترین عمل ہے۔

[عدل وانصاف کے نظام کے فوائد اور ثمرات]

جب انقلابی جدوجہد سے ایسا عدل وانصاف کا نظام قائم ہوجائے اور آنے والے زمانے میں قوم اُسے قبول کرلے، اُن کا مرنا اور جینا اسی عدل وانصاف کے نظام پر ہو، اُس سے اُن کے دل مطمئن ہوجائیں، اور علوم حتمی شکل اختیار کرجائیں، یہاں تک کہ اُس برحق نظام کی موجودگی میں ہی لوگ اپنی بقا سمجھیں اور ایسے نظام کی عدم موجودگی کی صورت میں اپنے وجود کو خطرے میں سمجھیں۔ کوئی فرد بھی ایسے نظام کی مخالفت اور نافرمانی کا ارادہ بھی نہ کرسکے۔ سوائے اُن لوگوں کے، جو جسمانی طور پر ناقص ہیں اور اُن کی عقل کام نہیں کررہی۔ وہ شہوت پرست اور خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہوں۔

عدل وانصاف کا یہ نظام اتنا غالب ہوجائے کہ اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرنا چاہے تو اُس کا دل اس کی بُرائی پر گواہی دے۔ اس کے دل میں یہ کھٹکا رہے کہ اس کا یہ بُرا کام سوسائٹی کے اجتماعی مفاد میں نہیں ہے۔ اگر پھر بھی وہ عدل وانصاف کے نظام کے خلاف کوئی کام کرے تو ایسا اُس کے نفسانی مرض کے اظہار اور اُس میں دین کی کمی کی وجہ سے ہوگا۔

جب ایسا عدل وانصاف کا نظام مکمل طور پر قائم ہوجاتا ہے تو ایسے لوگوں کے لیے ملاءِ اعلیٰ کی دعائیں بلند ہوتی ہیں۔ وہ گڑگڑا کر اُن لوگوں کے لیے دعا مانگتے ہیں، جو اُس عدل وانصاف کے نظام کی اتباع کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسے نظامِ عدل وانصاف کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اُن کے لیے ملاءِ اعلیٰ کی بددعائیں ہوتی ہیں۔ عدل وانصاف کے اس نظام کی پابندی کرنے والوں پر حظیرۃ القدس میں رضائے خداوندی اور پابندی نہ کرنے والوں پر غضبِ خداوندی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ جب عدل وانصاف کا ایسا نظام اور اس کے طور طریقے غالب آجائیں تو یہی انسانیت کی وہ فطرت ہے، جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔'' واللّٰہ اعلم (باب الرُّسوم السّائرہ فی النّاس)

بقیہ دھرنے اور مارچ کے نتائج کس کے حق میں جاتے ہیں؟

ہمارا خیال یہ ہے کہ ان دھرنوں کا انعقاد سسٹم کی اندرونی لڑائی کا حصہ ہوتا ہے۔ ان دھرنوں میں اسلام آباد تک کوئی خود سے نہیں جاتا اور نہ ہی آج تک کوئی گیا ہے، بلکہ لے جایا جاتا ہے۔ بلکہ اب تو اس بیان کی گونج قومی میڈیا میں بھی سنائی دے رہی ہے کہ ''نہ ہم ایسے ہی اسلام آباد گئے تھے اور نہ ہی ایسے واپس آئے ہیں۔'' نظام میں سودے کروانے والی قوتیں بسا اوقات دوسرے فریق پر دباؤ بڑھانے کے لیے ملک میں موجود ایسے عناصر کو استعمال کرتی ہیں۔ ان کا بنیادی ہدف ''حساب دو یا حصہ دو'' ہوتا ہے۔ ان کی سیاست کا تمام تر دار و مدار محلاتی سازشوں اور اس فاسد، گلے سڑے اور عوام دشمن نظام کو بچانے پر ہوتا ہے۔ یہ سب سسٹم کی کٹھ پتلیاں ہیں، جو سیاسی منظر پر رقصاں رہتی ہیں۔ موجودہ حالات میں اوّل تو اقتدار پر براجمان فریق نے اس دھرنے کو سنجیدہ لیا ہی نہیں، بہ صورتِ دیگر اگر کوئی اِن ہاؤس تبدیلی کا سامان ہو بھی جاتا ہے تو فائدہ کس کو ہوگا؟ کرپشن کی دلدل میں پھنسی دو بڑی پارٹیوں کے سوا کسی اَور کی حکومت تو بن نہیں سکتی۔ تو پھر اس سارے قضیے کا کیا حاصل محصول ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ جب تک اس ملک میں ایک باشعور قومی جماعت وجود میں نہیں آجاتی، جس کی خوبی اور صلاحیت کی بابت ہم اوپر عرض کرچکے ہیں، اس وقت تک یہ ملک حقیقی تبدیلی اور آزادی سے ہم کنار نہیں ہوسکتا۔ (مدیر)

بقیہ حضرت امیر معاویہؓ: فتوحات و کارنامے

حضرت ابوایوب انصاریؓ جو اس جہاد میں شریک تھے، انھوں نے امیر یزید کو وصیت فرمائی کہ: ''اگر میں مارا جاؤں تو میرا جنازہ جتنی دور ہوسکے، دشمن کی زمین میں لے جا کر دفن کرنا۔'' یہ بات اس قدر قطعی ہے کہ ''ناسخ التواریخ'' کا غالی مؤرّخ بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اس نے لکھا ہے: ''چوں ابوایوب درگزشت یزید سوار شد، وجیش اُو سوار شد، و نعش او مشایعت نمودند۔'' یعنی جب ابوایوبؓ کا انتقال ہوگیا تو یزید سوار ہوئے اور اُن کا لشکر بھی سوار ہوا اور ان کی نعش کو لے کر چلے۔ پھر لکھتا ہے کہ جب رومیوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو یزید نے جواب دیا: ''اے اہلِ قسطنطنیہ! یہ ہمارے محمدؐ کے اصحابؓ میں سے ایک بزرگ ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم نے انھیں کہاں دفن کیا ہے۔ بہ خدا اگر تم نے ان کی بے حرمتی کی تو میں اسلامی حکومت میں موجود ایک ایک گرجا گھر کو منہدم کردوں گا۔ پھر سرزمین عرب میں کہیں ناقوس نہیں بجے گا۔''

امیر یزید نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، جس میں سب صحابہؓ اور مجاہدین شریک تھے۔ فوجی اہتمام کے ساتھ جنازہ اٹھایا گیا اور قلعے کی فصیل کے نیچے تدفین ہوئی۔ حضرت ابوایوبؓ کا مزار آج تک زبانِ حال سے امیر یزید کے اس کارنامے کو زندہ رکھے ہوئے۔ اگرچہ اس حملے میں شہر فتح نہ ہوسکا، لیکن کام کی ابتدا ہوگئی۔ اسی کا سہرا حضرت معاویہؓ اور اُن کے فرزند امیر یزید کے سر ہے۔ پھر صدیوں بعد یہ مہم کامیاب ہوئی، یعنی سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں شہر فتح ہوا، جنھیں بہترین فوج کا بہترین امیر قرار دیا گیا۔

بقیہ عالمی دہشت گردوں کا مکروہ چہرہ

امریکا معاشی بحرانوں کا شکار ہوگیا۔ عالمی بالادستی سوالیہ نشان بن گئی۔ آج امریکی صدر کہتا ہے کہ: ''ہم نے ان جنگوں پر 8 ٹریلین ڈالر خرچ کرڈالے۔'' علاوہ ازیں یمن، عراق، شام، لیبیا، سوڈان اور الجزائر کے جو سماجی ڈھانچے مسمار ہوئے، یہ نقصان مزید اربوں کھربوں ڈالر پر محیط ہے۔ سلامتی کونسل اور دیگر عالمی فورمز کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ امریکا کا ان اقدامات کی بنیاد پر مواخذہ کرے۔ کیوں کہ تباہ ہونے والے ملکوں کے بارے میں یہ تأثر کہ وہ جوہری ہتھیار بنا رہے ہیں، سب کچھ غلط ثابت ہوچکا ہے۔

www.rahimia.org

خوش خبری

ادارہ رحیمیہ لاہور میں

22 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد

گزشتہ سالوں کے معمول کے مطابق اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے زیرنگرانی 22 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم منعقد کیا جارہا ہے، جس کی تفصیلات درجِ ذیل ہیں:

آغاز: 22/دسمبر 2019ء/۲۴/ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ بروز اتوار

اختتام: 12/جنوری 2020ء/۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ بروز اتوار

اس دورۂ تفسیر قرآنِ حکیم میں:

1۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ اصولِ تفسیر

2۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اُسلوبِ تفسیر

3۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے تفسیری نکات کی روشنی میں قرآنی علوم و معارف کا بیان ہوگا۔

خصوصیات دورۂ تفسیر قرآن حکیم

اس دورۂ تفسیر کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

☆ قرآنِ حکیم کی سورتوں کے مضامین کا جامع خلاصہ اور اس کے اہم نکات کا بیان

☆ شریعت کے حوالے سے اہم قرآنی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام

☆ اَخلاقی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے دینی اور روحانی ماحول

☆ قرآن حکیم کے بیان کردہ سیاسی، سماجی، معاشی اصولوں کی نشان دہی

☆ دورِ حاضر کے اہم عمرانی مسائل کے حوالے سے قرآنی افکار سے متعلق آگہی

اس دورۂ تفسیر میں شرکا کی رہنمائی کے لیے ملک بھر کے چنیدہ مفتیانِ کرام، دانشورانِ عظام، پروفیسرز اور ڈاکٹرز حضرات قرآنی موضوعات پر لیکچرز دیں گے۔ موسمِ سرما کی تعطیلات میں دینی مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیز کے طلبا اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے بڑا موقع ہے کہ وہ اس دورۂ تفسیر سے بھرپور استفادہ کریں۔

اس دورۂ تفسیر میں شرائط کے مطابق داخلہ لے کر قرآنی فکر و شعور سے آگہی حاصل کریں۔ دینی تقاضوں کی تکمیل کے لیے روحانی، اَخلاقی اور اجتماعی تربیت کے حوالے سے دینی ماحول کے اس اہم موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

نوٹ: اس دورۂ تفسیر میں شریک ہونے والے احباب اپنی آمد سے قبل ادارہ رحیمیہ لاہور کی انتظامیہ کو ضرور مطلع کریں، تاکہ انتظامات میں آسانی ہو۔

حافظ محمد شفیق (ناظم دفتر ادارہ) رابطہ نمبر: 0321-6455369

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ہمارے علاقے چک نمبر 1 فوڈواہ چشتیاں میں ایک پلاٹ فروخت ہورہا تھا، جو ہم دو بھائیوں؛ نبی بخش اور اللہ دتہ نے پیسے ڈال کر مشترکہ طور پر خرید لیا۔ وہ پلاٹ میں نے اپنے چھوٹے بھائی نبی بخش کے نام لگوا دیا تھا۔ کیوں کہ گھر کے باقی معاملات بھی چھوٹا بھائی ہی سرانجام دیتا تھا۔ پھر وہ فوت ہوگیا۔ اس کی صرف ایک بیوہ زندہ ہے۔ اولاد وغیرہ نہیں ہے، جب کہ باقی ورثا میں ایک مسئول بھائی اللہ دتہ اور تین حقیقی ہمشیرگان مسماۃ شمیم اختر، نسرین اختر اور پروین اختر زندہ تھیں۔ پھر متوفی بھائی نبی بخش کے بعد ایک بہن نسرین اختر بھی فوت ہوچکی ہے۔ متوفی کی بیوہ مسماۃ ظفراں بی بی نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میرے حصے کی وراثت میرے حوالے کرو۔ پھر ہمارے گاؤں میں پنچایت کے فیصلے کے بعد میں نے اپنے بھائی کی زوجہ ظفراں بی بی کو اس کے حصے کی رقم دے کر وصولی رقم کا اسٹامپ پیپر لکھوا لیا۔ کیا اب وہ مزید وراثت کی حق دار ہے یا نہیں؟ اور اب متوفی کی وراثت کن کن ورثا میں تقسیم ہوگی؟

جواب پہلے تو نبی بخش اور اللہ دتہ میں جو پلاٹ مشترک ہے، وہ دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا۔ پھر متوفی نبی بخش کی وراثت کے 20 حصے کیے جائیں گے۔ ان میں سے 6 حصے بھائی اللہ دتہ کو بھائی نبی بخش سے اور پانچ حصے اس کی بیوہ ظفراں بی بی کی طرف سے ملیں گے۔ چوں کہ وہ اپنے اس حصے کی رقم وصول کرچکی ہے، لہٰذا وہ اب مزید حصہ کی حق دار نہیں ہے۔ اور 3,3 (تین تین) حصے برابر تینوں بہنوں؛ نسرین اختر، پروین اختر اور شمیم اختر کو ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم

سوال چند افراد متفقہ طور پر ایک معاہدہ کرتے ہیں۔ اس پر حلف اٹھاتے ہیں کہ ہم سب مل کر اس معاہدے کی پاسداری کریں گے اور اس کو نہیں توڑیں گے۔ اگر ان میں سے کوئی آدمی اس معاہدے پر اٹھائی جانے والی قسم کو توڑتا ہے اور اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتا ہے تو شرعاً اس کی کیا سزا ہے؟

جواب حلف توڑنے کی شرعاً سزا یہ ہے کہ دس مسکینوں کو صبح و شام دو وقت کا کھانا کھلائے، یا پھر ان کو درمیانے درجے کا لباس شلوار قمیض لے کر دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن لگاتار روزہ رکھے۔

سوال ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ اس کی بیوی نے عدت کے بعد دوسرا نکاح کرلیا تو کیا عورت پہلے خاوند کی میراث سے حصہ پانے کی حق دار ہے؟

جواب اس شخص کے دوسرے ورثا کی طرح متوفی کی بیوہ بھی اس کی میراث میں سے حصہ پائے گی۔ دوسرے نکاح سے میراث کا حق ختم نہیں ہوتا۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ''، رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔

www.rahimia.org